معاشرتی امن وامان میں پختون روایتی مصالحت اور تحکیم کا کردار: ایک تحقیقی مطالعہ

The Role of Pakhtūn Traditional Arbitration and Taḥkīm in Conflict Resolution: An Analytical Review

ڈاکٹر جاوید خان*

ڈاکٹر حافظ صالح الدین**

Abstract:

To maintain and enhance social peace and mutual interaction among people it is mandatory to resolve their mutual conflicts. The eradication of mutual conflicts and working for reconciliation is obligatory on the Muslims. Almighty Allah has declared reconciliation and resolution of conflicts among all the Muslims as legitimate action. There are numerous verses of the Holy Quran and Hadith of the Prophet where Muslims have been ordered for reconciliation aiming to promote brotherhood and peace in society. The main rationale behind this is to bring harmony and peace in the social order of life.

What are the pre-requisites of reconciliation from Sharia's perspective, in which conflict reconciliation is permissible and in which cases it is not allowed. This study emphasizes to answer the above mentioned question. Furthermore, efforts have been made to provide a sharia's foundation for those who are involved in the process of reconciliation in the form of Taḥkīm. This will not only encourage them, but will help in the maintenance of peace in the society. Similarly, a comparison will also be made between the merits and demerits of Pakhtūn's traditional reconciliation process, and important suggestions will be made to make the Pakhtūn's traditional reconciliation process more productive and valuable.

Key Words: The Pakhtūn's Traditional Reconciliation Process, Social peace, Conflicts, Taḥkīm, Harmony.

---

* لیکچرر، اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف سوات۔

** چیئرمین، شعبۂ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

تعارف:

معاشرتی امن و امان اور باہمی ربط وتعاون بڑھانے کے لئے لوگوں کے مابین درپیش تنازعات اور لڑائی جھگڑوں کا خاتمہ ضروری ہے اور شرعی لحاظ سے مسلمانوں پر یہ فرض کفایہ ہے کہ صلح مصالحت کے ذریعے لوگوں کے مابین لڑائی جھگڑوں کا خاتمہ کریں۔ اسی مصلحت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مابین صلح مصالحت کو جائز قرار دیا ہے اور لڑائی جھگڑوں کو ختم کرکے آپس میں بھائی چارے کی زندگی گزارنے کے متعلق قرآن وحدیث میں بہت سارے فضائل سمیت احکامات وارد ہوے ہیں۔ مصالحت کا بنیادی مقصد مقامی اور علاقائی سطح پر لوگوں کے تنازعات کا پرامن حل نکالنا ہے اور اس مقصد کی حوصلہ افزائی قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

شرعی طور پر مصالحت کے کیا تقاضے ہیں؟ مصالحت کن معاملات میں جائز ہے اور کن معاملات میں ناجائز ہے؟ مصالحین کے لئے شریعت نے کیا شرائط بیان کی ہیں؟ مصالحت کن طریقوں سے جائز ہے ؟مصالحت کا شرعی حکم کیا ہے؟ تحکیم سے کیا مراد ہے اور اس کا دائرہ کار کیا ہے؟

زیر نظر آرٹیکل میں درجہ بالا قضایا اور سوالات کے حل کے نتیجے میں امن عالم کا یقینی ہونا منتج ہو جائے گا اور یوں معاشرہ کو صالح افراد ملنے کی حوصلہ افزائی ہوگی اور جنگ وجدال کا قلع قمع ہو کر اس کا سہرہ مصالحین کے مصالحت کی روایتی تشکیلات کو بروئے کار لانے اور تحکیم پر ہوگا جو کہ زیر نظر تحقیقی مطالعے کا بنیادی ہدف گردانا گیا ہے اور یوں لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے متعلق ایک نئے باب کا نہایت مفید اضافہ ہوگا جس کے ذریعے مقامی سطح پر حکومت تک پہنچنے سے قبل ہی بہت سے مقدمات اور جھگڑوں کو برادریوں کی سطح پر پنچایئت کے ذریعے حل ہو جانے کی روش جاری ہوسکے گی۔

مصالحت کی لغوی واصطلاحی تعریف:

مصالحت عربی زبان کا لفظ ہے جو "صَلُحَ" سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ لغت میں مصالحت کا اطلاق فساد، نزاع اور خصومت کی ضد پر کیا جاتا ہے۔ اُردو زبان میں درستگی، صحت، برابری اور اچھائی جیسے الفاظ کے ساتھ اس کی تعبیر کی جاتی ہے، تاہم لڑائی جھگڑا، جنگ، نفرت اور دشمنی ختم کرنے میں اس کا استعمال زیادہ عام اور مشہور ہے۔ چنانچہ مشہور عربی لغت "المغرب" نے لکھا ہے:

وَالصُّلْحُ اسْمٌ بِمَعْنَى الْمُصَالَحَةِ وَالتَّصَالُحُ خِلَافُ الْمُخَاصَمَةِ وَالتَّخَاصُمِ(۱)

"صلح، مصالحت اور تصالح کے معنی پر آتی ہے جو لڑائی اور جھگڑے کی ضد ہے۔"

عربی اُردو ڈکشنری "القاموس الوحید "میں اس کا معنی لکھا گیا ہے ، ٹھیک ہونا،خرابی کا دور ہونا،نیک ہونا[۲]

شرعی اصطلاح میں صلح مصالحت کی تعریف یوں کی گئی ہے:

مُعَاقَدَةٌ يَرْتَفِعُ بِهَا النِّزَاعُ بَيْنَ الْخُصُومِ، وَيُتَوَصَّل بِهَا إِلَى الْمُوَافَقَةِ بَيْنَ الْمُخْتَلِفِينَ[۳]

''صلح ایک ایسا عقد ہے جس کی وجہ سے فریقین کے مابین لڑائی جھگڑا ختم ہو جاتا ہےاور مخالفین کے مابین اختلاف دور ہو کر موافقت اور ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔''

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح مجلۃ لاحکام میں اس کی تعریف یوں لکھی گئی ہے:

عَقدٌيَرفَعُ النَّزَاعَ بِالتَّرَاضِی[۴] ''وہ عقد جس کے ذریعے باہمی رضامندی سے نزاع کو ختم کیا جائے۔''

مصالحت کی مشروعیت

قرآنی آیات کی روشنی میں:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صلح مصالحت کے متعلق ارشاد فرمایاہے:

﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾[۵]

''اگر کوئی عورت شوہر کے لڑنے یاجی پھر جانے سے ڈرے تودونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح صلح کرلیں اور صلح بہت بہتر ہے۔

اس طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ○إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[۶]

''اگر مسلمانوں کے دوفریق آپس میں لڑپڑیں توان میں صلح کردوپھراگرایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے توتم زیادتی کرنے والے کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ

کے حکم کی طرف پھر آئے،اگر پھر آیاتوان کے درمیان برابری اورانصاف سے صلح کرادو بے شک اللہ کوانصاف والے پسند ہوتے ہیں۔ مسلمان جو ہیں سو بھائی بھائی ہیں لہٰذااپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤاور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔''

یہ بات واضح ہے کہ مسلمانوں کے مابین کسی بھی تنازعہ کی صورت میں صلح کرنا جائز ہے۔پہلی آیت کی تفسیر میں امام جصاصؒ (م: ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''فَأَبَاحَ اللَّهُ لَهُمَا الصُّلْحَ فَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَجَازَ لَهُمَا أَنْ يَصْطَلِحَا عَلَى تَرْكِ بَعْضِ مَهْرِهَا أَوْ بَعْضِ أَيَّامِهَا بِأَنْ تَجْعَلَهُ لِغَيْرِهَاوَقَالَ عُمَرُ مَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَهُو جَائِز''(۷)

'' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (میاں بیوی) کو صلح کرانے کی اجازت دی ہے چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے ہاں ان دونوں کے لئے جائز ہے کہ وہ مہر کے کچھ حصے یااس کے حصے کے بعض ایام کودوسری بیوی کو دینے پر صلح کریں اور حضرت عمرؓ (م: ۲۳ھ) کے ہاں جس چیز پر بھی صلح کی جائے تو جائز ہے۔''

گوکہ آیت میں صرف زوجین کے درمیان صلح کی کیفیت بیان کی گئی ہے تاہم کسی بھی تنازع میں مصالحت صرف زوجین کے باہمی معاملات تک محدود نہیں بلکہ ہر قسم کے معاملات میں جائز ہے چنانچہ امام جصاصؒ (م: ۳۷۰ھ) نے لکھا ہے:

''وَأَجَازَتْ الصُّلْحَ فِي سَائِرِ الْوُجُوهِ وقَوْله تعالى وَالصُّلْحُ خَيْرٌ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ يَعْنِي خَيْرٌمِنْ الْإِعْرَاضِ وَالنُّشُوزِ وَقَالَ آخَرُونَ مِنْ الْفُرْقَةِ وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ عُمُومًا فِي جَوَازِ الصُّلْحِ فِي سَائِرِ الْأَشْيَاءِ''(۸)

''تمام اشیاء میں صلح کرنے کی اجازت ہے اور صلح بہت بہتر ہے۔ بعض اہل علم حضرات نے فرمایا ہے کہ منہ موڑنے اور نافرمانی کے مقابلے میں صلح کرنا بہتر ہے اور بعض حضرات نے زوجین کے باہم علیحدہ ہونے کے بجائےان کا باہم صلح کرنا بہتر لکھا ہے۔

اور یہ جائز ہے کہ تمام اشیاء میں صلح کے جواز کے لئے اس آیت سے استدلال کیا جائے۔''

اِسی طرح قرآن کریم میں قصداً قتل کئے گئے شخص کے اولیاء کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾(۹)

''جس کو مقتول کے بھائیوں (اولیاء) کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو پھر اس کو دستور کے موافق اور اچھے طریقے سے ادائیگی کرنی چاہیے۔''

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قتل عمد میں بھی مقتول کے اولیاء صلح کر سکتے ہیں جیسا کہ امام جصاص (م: ۳۷۰ھ) نے فرمایا ہے:

''إِنَّ الْآيَةَ اقْتَضَتْ جَوَازَ الصُّلْحِ----وَلَوْ صَالَحَ مِنْ دَمِ عَمْدٍ عَلَى مَالٍ بِاتِّفَاقِ الْجَمِيعِ قُبِلَ ذَلِكَ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ دَمَ الْعَمْدِ مَالٌ فِي الْأَصْلِ لَوْلَا ذَلِكَ لَمَا صَحَّ الصُّلْحُ كَمَا لَمْ يَصِحَّ عَنْ حَدِّ الْقَذْفِ''(۱۰)

''بے شک یہ آیت صلح کے جائز ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔۔۔اور اگر قتل عمد میں سب ورثاء کے اتفاق سے مال پر صلح کی جائے۔ تو اس صلح کو قبول کیا جائے گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دم عمد اصل میں مال ہے اس لئے کہ اگر یہ مال نہ ہو تو اس کے بدلے صلح کرنا درست نہ ہوتا جیسا کہ حد قذف پر صلح کرنا درست نہیں۔''

مزید برآں قرآن کریم میں ایسے شخص سے صلح کرانے کا حکم دیا گیا ہے جو مرض وفات میں وصیت کرکے ظلم کر رہا ہو یعنی ایسی وصیت کر رہا ہو کہ ایک شخص (وارث) کو محروم کر رہا ہو اور دوسرے کو نواز رہا ہو چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾(۱۱)

''جو شخص وصیت کرنے والے کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے پھر ان کا آپس میں صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن عربیؒ (م: ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''إِنْ خِفْتُمْ مِنْ مُوصٍ مَيْلًافِي الْوَصِيَّةِ،وَعُدُولًاعَنْ الْحَقِّ،وَوُقُوعًا فِي إِثْمٍ،وَلَمْ يُخْرِجْهَابِالْمَعْرُوفِ فَبَادِرُواإِلَى السَّعْيِ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَهُمْ فَإِذَاوَقَعَ الصُّلْحُ سَقَطَ الْإِثْمُ عَنِ الْمُصْلِحِ''(۱۲)

''اگر وصیت کرنے والے کے وصیت میں کسی ایک طرف میلان، حق سے عدول اور گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ظاہر ہو اور وہ اچھے طریقے سے وصیت نہ کرے

تو (مسلمانوں کو حکم ہے کہ) ان کے مابین صلح کریں چنانچہ جب صلح ہو جائے تو صلح کرانے والے کا گناہ ختم ہو جائے گا۔"

احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی سے بھی مسلمانوں کے مابین صلح مصالحت کے بہت سے آثار ملتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خود صلح مصالحت کو اختیار فرمایا تھا، ان میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

امام بخاریؒ (م: ۲۵۶ھ) نے صلح مصالحت کے بارے میں اس حدیث مبارک کو نقل کیا ہے فرمایا:

"عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ أَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوا حَتَّى تَرَامَوْا بِالحِجَارَةِ، فَأُخْبِرَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، فَقَالَ اذْهَبُوا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ" (۱۳)

"حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ قبا والے آپس میں لڑ پڑے یہاں تک کہ ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ چلو کہ ان کے درمیان صلح کر لیں۔"

اسی طرح صلح کی مشروعیت اور جواز کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ المسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلاَلًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالمسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلاَلًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا" (۱۴)

"مسلمانوں کے مابین صلح مصالحت کرنا جائز ہے مگر وہ صلح جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے (وہ جائز نہیں) اور مسلمان اپنے شروط پر قائم رہیں گے مگر وہ شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے (تو ایسے شرطوں کی پابندی جائز نہیں)"

نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر مشرکین سے صلح کی تھی جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"صَالَحَ النَبِىُ ﷺ المشرِكِينَ يَومَ الحُدَيبِيه---الخ" (۱۵)

"نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے دن مشرکین کے ساتھ صلح فرمائی تھی۔۔۔"

صلح مصالحت کے فضائل:

مسلمانوں کے مابین لڑائی جھگڑوں کو دور کرکے ان کو آپس میں ملانا اور ان کی صلح کرانے کے متعلق قرآن وحدیث میں کئی فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ان کا مختصراً تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾[۱۶]

''زیادہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں مگر وہ جو صدقہ کرنے،نیک کام کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح کرنے پر مشتمل ہو اور جو شخص اللہ کی رضامندی کے لئے یہ کام کرے تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے''

اس طرح نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے مابین صلح کرنے والے کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مَن اَصلَحَ بَینَ اِثنَینِ اَعطَاہ اللہ بِکُلِ کَلِمة عِتق رَقَبة''[۱۷]

''جو شخص دو آدمیوں کے مابین صلح کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ہر ایک بات کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔''

دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ایوبؓ کو ارشاد فرمایا:

''اَلَا اَدُلُکَ عَلیٰ صَدَقة یَرضَی اللہ وَرَسُوله مُوضِعهما، قَالَ بَلیٰ قَالَ: تُصلِحُ بَینَ النَاسِ اِذَا تَفَاسَدُوا وَتُقربُ بَینهم اِذَا تَبَاعَدُوا''[۱۸]

''کیا میں تمہیں ایسا صدقہ نہ بتلاؤں جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے فرمایا کیوں نہیں؟ فرمایا لوگوں کے مابین صلح کرو جب ان میں فساد پیدا ہو جائے اور ان کو قریب کرو جب وہ ایک دوسرے سے دور ہونے لگیں''

اس طرح امام اوزاعیؒ (م:۱۵۷ھ) نے فرمایا:

''مَاخُطوة اَحَب اِلَی اللهِ عَزوَجَلَّ مِن خُطوة فِی اِصلَاحِ ذَاتِ البَینِ وَمَن اَصلَحَ بَینَ اثنَینِ کَتَبَ اللہ له بَرَأة مِنَ النَّار''[۱۹]

''جو قدم لوگوں کے مابین صلح کرنے کے لئے اٹھ جائیں اس سے زیادہ محبوب قدم اللہ کو اور کوئی نہیں اور جو دو بندوں کے مابین صلح کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لئے جہنم سے برات لکھ دیں گے۔''

محمد بن المنکدرؒ (م: ۱۳۱ھ) فرماتے ہیں:

''تنَازَعَ رَجُلَانِ فِی نَاحِیة المسجِدِ فَمِلتُ اِلَیهمَاوَلَم أَزل بهمَاحَتّیٰ اصطَلَحَا، فَقَالَ أَبُوهرَیرةَوَهوَیَرانی: سَمِعتُ رَسُولَ اللهﷺ یقُولُ: مَن اَصلَحَ بَینَ اثنَینِ استُوجِبَ ثَوَابَ شهَیدٍ''[۲۰]

''مسجد کے ایک کونے میں دو آدمی جھگڑنے لگے تو میں ان کی طرف متوجہ ہوا اور جب تک انھوں نے صلح نہیں کی میں ان ہی کے ساتھ رہا تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا جو مجھے دیکھ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص دو آدمیوں کے مابین صلح کرے اسے شہید کا اجر دیا جائے گا۔''

نبی کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی حضرت ابودرداءؓ نے نقل کیا ہے، فرمایا:

''أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ، قَالُوا: بَلَى، قَالَ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ''[۲۱]

''کیا میں تمھیں نماز، روزہ اور صدقہ سے افضل درجہ کی چیز نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، کیوں نہیں، فرمایا: آپس کی صلح مصالحت کرانا۔''

اسی طرح ایک لمبی حدیث میں آیا ہے:

''وَمَنْ مَشَى فِي صُلْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يَرْجِعَ وَأُعْطِيَ أَجْرَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَنْ مَشَى فِي قَطِيعَةٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْوِزْرِ بِقَدْرِ مَا أُعْطِي مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ اثْنَيْنِ مِنَ الْأَجْرِ وَوَجَبَتْ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ حَتَّى يَدْخُلَ جَهَنَّمَ فَيُضَاعَفُ عَلَيْهِ الْعَذَابُ''[۲۲]

''جو شخص دو آدمیوں کے مابین صلح کرتا ہو فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعائیں اس وقت تک مانگتے ہیں جب تک وہ واپس نہ ہو جائے اور اس کو شب قدر (میں عبادت کرنے) کے برابر ثواب ملتا ہے اور جو شخص دو آدمیوں کے مابین جدائی لانے کی کوشش کرتا ہو اس کا گناہ اتنا ہو گا جتنا کہ دو آدمیوں کے مابین صلح کرنے والے کو اجر

ملتا ہے اور اس پر لعنت واجب ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جہنم میں داخل ہو جائے اور اس کو دوگنا عذاب ملے گا۔"

صلح مصالحت کا شرعی حکم:

مذکورہ بالا تمام قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے صلح کرانے کی فضیلت اور اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ معاشرے کے امن وسکون کو برقرار رکھنے کے لئے لوگوں کے مابین درپیش تنازعات اور لڑائی جھگڑوں کا خاتمہ ضروری ہے اور شرعی لحاظ سے مسلمانوں پر یہ فرض کفایہ ہے کہ لوگوں کے مابین لڑائی جھگڑوں کا خاتمہ صلح مصالحت کے ذریعے کریں۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے چند افراد مل کر نزاع کو ختم کرالیں اور فریقین میں صلح کرکے ان کو راضی کرلیں تو تمام مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ادا ہو گئی اور اگر کوئی بھی اس فریضے کو ادا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کی وجہ سے گناہ گار ہوتے ہیں جیسا کہ ابن عربی (م: ۵۴۳ھ) نے احکام القرآن میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

أَنَّ إِصْلَاحَ الْفَسَادِ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ، فَإِذَا قَامَ بِهِ أَحَدُهُمْ سَقَطَ عَنْ الْبَاقِينَ، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا أَثِمَ الْكُل(۲۳)

"فساد (لڑائی جھگڑے وغیرہ) کی اصلاح کرنا فرض کفایہ ہے جب (مسلمانوں میں سے) کوئی ایک اس فریضے کو سرانجام دے تو باقی (مسلمانوں) کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کوئی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

مسلمانوں کے مابین صلح کرنے کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ جھوٹ بولنا جو ایک گناہ کبیرہ ہے اور جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور وہ شخص منافق سمجھا جاتا ہے(۲۴) لیکن دو مسلمانوں کے مابین صلح کرانے کے لئے ان میں سے ہر ایک کو جھوٹ بول کر دوسرے کی خوبیاں بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کے لئے صاف ہو جائیں اور آپس کے تنازعہ کو ختم کرلیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

"لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا، أَوْ يَقُولُ خَيْرًا"(۲۵)

"وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے مابین صلح کرانے کے لئے (اپنی طرف سے وضع کردہ) اچھی بات کو دوسروں تک پہنچائے یا اچھی بات کہہ دے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے مابین اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے اور ان کوآپس میں جوڑنے کے لئے اگر جھوٹ بھی بولا جائے تو یہ جائز ہے، جھوٹ اس طرح بولا جائے کہ ایک فریق کے سامنے ظاہر کیا جائے کہ فریق ثانی اس کے لئے اچھے جذبات رکھتا ہے یا وہ اپنے عمل پر پشیمان ہیں۔

صلح مصالحت کی اقسام:

مدعی اور مدعیٰ علیہ کے مابین درپیش تنازعہ کی صورت میں جو صلح کی جاتی ہے اس کی تین بڑی قسمیں ہیں[۲۶]

۱: مدعیٰ علیہ کے اقرار کی صورت میں صلح کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعی، اگر مدعیٰ علیہ کے پاس موجود کسی چیز پر اپنے حق کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ اقرار کرے کہ یہ چیز مدعی ہی کی ہے البتہ اس کو مدعی کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہ ہو اور مدعی کے ساتھ صلح کرلے تو یہ صلح کرنی جائز ہے ،ایسی صلح پر بیع کے تمام احکامات جاری ہوں گے گویا یہ چیز ایسی ہوگی کہ مدعی نے مدعیٰ علیہ کے ہاتھ اوپر بیچ دی ہو اور قیمت (ثمن) کے طور پر بدلِ صلح لے لی ہو۔ فقہی اصطلاح میں ایسی صلح کو ’’صلح عن اقرار‘‘ کہتے ہیں۔[۲۷]

۲: مدعیٰ علیہ کے انکار کی صورت میں صلح کرنا

مدعی جو دعویٰ کر رہا ہے مدعیٰ علیہ اس سے انکار کرے تاہم مقدمہ کے طویل ہونے اور قسم سے بچنے کے لئے مدعیٰ علیہ، مدعی کو کچھ دے کر صلح کرلے تو ایسی صلح کو "صلح عن انکار" انکار کی صلح کہا جاتا ہے اگر مدعی کو علم ہو کہ مدعیٰ علیہ کے ذمہ میرا کوئی حق نہیں لیکن اس کی شرافت سے غلط فائدہ اٹھا کر صلح کرلے اور اس کے عوض کچھ لے تو مدعیٰ علیہ کے لئے دینا درست ہے البتہ مدعی کے لئے لینا ناجائز اور حرام ہے[۲۸]

۳: مدعیٰ علیہ کی خاموشی کی صورت میں صلح کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعی، مدعیٰ علیہ پر کسی چیز کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ نہ تو انکار کرے اور نہ اقرار، بلکہ خاموشی اختیار کرکے مدعی کے ساتھ کسی چیز پر صلح کرلے ایسی صلح بھی جائز ہے۔

مصالحین کے اعتبار سے صلح کی دو قسمیں ہیں۔

۱: فریقین یعنی مدعی اور مدعیٰ علیہ آپس میں خود صلح کرلیں تو یہ جائز ہے۔

۲: مدعی اور مدعیٰ علیہ آپس میں خود صلح نہ کرلیں بلکہ مدعی اور مدعیٰ علیہ کے متعین کردہ وکلاء آپس میں صلح کرلیں اس صورت میں بھی یہ صلح جائز رہے گی اور صلح سے متعلق جتنی بھی ذمہ داریاں ہیں وہ مدعیٰ علیہ یعنی مؤکل کی طرف راجع ہوں گی۔

اور اگر مدعیٰ علیہ کی طرف سے باقاعدہ وکیل نامزد نہ ہوا ہو اور ثالث نے ازخود مدعیٰ علیہ کی طرف سے صلح کی اور مدعی کو کچھ بدل صلح ادا کردیا تو یہ صلح بھی جائز ہے اور یہ ثالث یا مصالح کی طرف سے مدعیٰ علیہ کے ساتھ تبرع اور احسان سمجھا جائے گا جس میں ثالث کے لئے مدعیٰ علیہ پر رجوع کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں البتہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرکے مدعیٰ علیہ، ثالث یا مصالح کو بدل صلح ادا کرسکتا ہے لیکن اگر ثالث نے مال پر صلح کرکے اس کی نسبت مدعیٰ علیہ کو کرلی اور کہا کہ وہ مدعی کو اتنا مال بدل صلح کے طور پر ادا کرے گا تو ایسی صلح مدعیٰ علیہ کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر وہ انکار کرنا چاہے تو انکار کی گنجائش ہے۔(۲۹)

مصالحت کے شرائط:

شریعت مطہرہ نے مصالحت کے لئے چند شرائط بیان کی ہیں جن میں سے بعض شرائط کا تعلق مصالحت کرنے والے، بعض کا بدل صلح (جس چیز پر صلح کیا جارہا ہے) اور بعض کا مصالح عنہ (جس چیز کی طرف سے صلح کیا جارہا ہے) کے ساتھ ہے۔ان شرائط کا مختصراً تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

مصالح یعنی صلح مصالحت کرنے والے سے متعلق شرائط:

شرعی طور پر مصالح یعنی صلح کرنے والے کے لئے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱. صلح کرنے والا عاقل ہو،لہٰذا پاگل اور ناسمجھ بچے کی صلح معتبر نہیں البتہ اگر نابالغ بچہ فہم وشعور رکھتا ہو تو اس کی وہ صلح معتبر ہوگی جو سراسر فائدے پر مشتمل ہو یا اس میں معمولی قسم کا نقصان ہو۔
۲. نابالغ بچے کی طرف سے اگر اس کا ولی صلح کرنا چاہے تو وہ صلح بچے کے لئے کسی بڑے نقصان کا سبب نہ ہو۔
۳. نابالغ کی طرف سے صلح کرنے والا ایسا شخص ہو جس کو اس نابالغ کے مال میں تصرف کا حق حاصل ہو جیسے باپ یا دادا۔
۴. امام ابوحنیفہؒ (م:۱۵۰ھ) کی رائے ہے کہ صلح کرنے والا مرتد نہ ہو جب کہ صاحبینؒ (امام ابویوسفؒ م: ۱۸۲ھ اور امام محمدؒ م: ۱۸۹ھ) کے ہاں مرتد کی صلح بھی نافذ شمار ہوگی۔(۳۰)

بدل صلح سے متعلق شرائط:

بدل صلح اس چیز کو کہتے ہیں جس پر صلح طے ہوجاتی ہے اس کے لئے شریعت مطہرہ میں کیا شرائط ہیں ان کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱. شریعت کی نظر میں وہ چیز مال متصور ہوتا ہو یعنی وہ چیز متقوم ہو لہذا کسی مسلمان کے لئے مردار، شراب یا خون وغیرہ پر صلح کرنا درست نہیں کہ یہ چیزیں شرعاً مال نہیں سمجھی جاتی۔

۲. بدل صلح، صلح کرنے والے کی ملکیت ہو لہذا اگر ایسے مال پر صلح کر لی جو صلح کرنے والے کی ملکیت نہ ہو یا صلح کرنے کے بعد اس کا کوئی مستحق نکل آیا تو ایسی صلح درست نہ ہو گی۔

۳. بدل صلح کی مقدار معلوم ہو۔

۴. اگر بدل صلح، ایسی چیز ہو جس پر قبضہ کرنا ضروری ہو اور حاضر کئے بغیر اس کا تعین نہ ہوئی ہو تو اس کو حاضر کرنا اور اسے قبضہ میں لینا ضروری ہے۔[۳۱]

مصالح عنہ سے متعلق شرائط:

مصالح عنہ اس چیز یا اس حق کو کہتے ہیں جس کے بدلے صلح کی جاتی ہے اس کی شرائط درج ذیل ہیں۔

۱. جس حق کے بدلے صلح ہو رہی ہو وہ انسانی حقوق کے متعلق ہو اس لئے کہ حقوق اللہ میں صلح کرنے کی گنجائش نہیں لہذا کسی کو حق اللہ توڑتے ہوئے اگر دیکھا جائے تو دیکھنے والے کے لئے جائز نہیں کہ اس سے مال پر صلح کرلے کہ تمھیں قاضی کے سامنے پیش نہیں کروں گا۔

۲. جس حق کے بدلے صلح ہو رہی ہو وہ صلح کرنے والے کا ذاتی حق ہو لہذا کسی دوسرے فرد سے متعلق حق سے صلح کرنا جائز نہیں۔

۳. جس حق کے بدلے صلح ہو رہی ہو وہ حق قابل عوض ہو اگرچہ غیر مال ہو مثلاً حق قصاص یا حق تعزیر کے بدلے صلح کرنا جائز ہے اور جو حق قابل معاوضہ نہ ہو جیسے حق شفعہ یا حق قذف وغیرہ تو ان کے بدلے صلح کرنا اور بدل صلح لینا جائز نہیں۔

۴. مصالح عنہ کے معلوم و متعین نہ ہونے میں گنجائش ہے اس لئے کہ صلح کرتے وقت مصالح عنہ سے چشم پوشی کرکے بدل صلح لی جاتی ہے لہذا بدل صلح کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے جب کہ مصالح عنہ اگر معلوم و متعین نہ ہو تو بھی صلح جائز ہے۔[۳۲]

ان وجوہات، معاشرتی تقاضوں، حالات، عدالتی نظام کی طوالت اور خامیوں کو مد نظر رکھ کر مملکت خداداد پاکستان کے مختلف صوبوں میں روایتی مصالحت کی کئی ایک شکلیں موجود ہیں جن کو صوبہ خیبر پختونخوا، صوبہ بلوچستان کے پختون معاشرے میں "جرگہ"، صوبہ پنجاب میں "پنچائت" اور صوبہ سندھ میں "فیصلو" کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

پختون معاشرے میں مصالحت کی روایتی عملی شکل:

مصالحت کی روایتی عملی شکل پختون معاشرے میں جرگہ کی صورت میں پائی جاتی ہے جہاں پر متنازعہ فریقین کے مابین صلح کرکے تنازعہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ لفظ ''جرگہ'' لغت کے اعتبار سے ترکی زبان کا لفظ ہے اور اِس کا معنی ہے گروہ اور فرقہ[۳۳]

پشتو کی حالیہ ڈکشنری "پشتو اُردو لغت" میں اِس لفظ کو پشتو زبان کا لفظ بتلایا گیا ہے اور اِس کا معنی محفل ، مجلس مشاورت یا کسی معاملے کو حل کرنے کے لئے بوڑھوں کو اِکھٹا کرنے کے بتائے ہیں۔[۳۴] اور اصطلاح میں باثر لوگوں کا فریقین کے معاملات اور جھگڑوں کو باہمی گفت وشنید کے ذریعے حل کرنے کو "جرگہ" کہتے ہیں۔[۳۵]

گویا جرگہ اکابرین اور مشران پر مشتمل ایک جماعت ہوتی ہے جو متنازعہ فریقین کے مابین ثالث کا کردار ادا کرتی ہے۔

پختون روایتی مصالحت کی شرعی بنیاد:

پختون معاشرے میں روایتی مصالحت کے جواز کے لئے شریعتِ مطہرہ نے ''تحکیم'' کی صورت میں مذہبی بنیاد فراہم کی ہے چنانچہ عدالتی نظام سے الگ تھلگ ہو کر مقامی سطح پر تنازع کی تحقیق کرکے عدل وانصاف پر مبنی فیصلے کرنے والے افراد کو شرعی اصطلاح میں "حکم" اور ان کے اس عمل کو "تحکیم" اور پختون معاشرے میں مصالحت یا "جرگہ" کہا جاتا ہے۔

تحکیم کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

مشہور عربی ڈکشنری "القاموس المحیط" میں تحکیم کا معنی لکھا گیا ہے:

''حَكَّمَهُ في الأمْرِ تَحْكيماً: أمَرَهُ أن يَحْكُمَ فاحْتَكَمَ''[۳۶] یعنی کسی معاملے میں فیصلہ کن بنانا کہ کسی کو فیصلے کرنے کا کہہ دے اور وہ فیصلہ کرے جب کہ "مختار الصحاح" (ساتویں صدی ہجری کی عربی لغت) میں تحکیم کا لغوی معنی کچھ یوں لکھا گیا ہے:

''حَكَّمَهُ فِي مَالِهِ تَحْكِيمًا إِذَا جَعَلَ إِلَيْهِ الْحُكْمَ فِيهِ''[۳۷] یعنی جب کسی کو اپنے مال میں فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔

امام حصکفی (م:۱۰۸۸ھ) کے بقول تحکیم کا اصطلاحی معنیٰ تولية الخصمين حاكما يحكم بينهما[۳۸] یعنی فریقین کا باہمی نزاع ختم کرنے کی غرض سے کسی کو ثالث بنانا کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کر

لے، ایسے فیصلہ کرنے والے کو "حَکَم یا مُحَکَّم" کہتے ہیں، جن فریقین کے مابین فیصلہ کیا جاتا ہے ان کو "مُحَکِّم" کہا جاتا ہے اور جس چیز پر فیصلہ ہو جائے اس کو "محکوم بہ" کہتے ہیں۔(۳۹)

تحکیم ادلہ شرعیہ کے تناظر میں:

تحکیم کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾(۴۰)

"اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے کھڑا کردو اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرادیں تو اللہ اُن دونوں میں موافقت کردے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، خبردار ہے۔"(۴۱)

اس آیت کریمہ میں میاں بیوی کے مابین پیدا ہونے والے نزاع کو ختم کرنے کے لئے فریقین کے اولیاء، حامیوں اور مسلمانوں کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایسا طریقہ پاکیزہ طریقہ کار اختیار کرلیں جس سے طرفین کا اشتعال بھی ختم ہو جائے اور الزام تراشی بھی بند ہو جائے اور آپس میں مصالحت کی کوئی صورت بھی پیدا ہو جائے وہ یہ کہ فریقین کے اولیاء اُن کے آپس میں مصالحت کرانے کے لئے دو ثالث مقرر کرلیں اُن میں سے ایک ثالث مرد کے خاندان سے ہو اور دوسرا عورت کے خاندان سے، ثالثین ان کے مابین صلح کی کوشش کرلیں۔

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ (م: ۱۹۷۶ء) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"باہمی صلح کرانے کے لئے دو حکموں کے بھیجنے کی یہ تجویز صرف میاں بیوی کے جھگڑوں میں محدود نہیں رہتا بلکہ دوسرے لڑائی جھگڑوں میں بھی اسی سے کام لیا جاسکتا ہے اور لینا بھی چاہیے خاص کر جب مخالف فریقین آپس میں رشتہ دار بھی ہوں کیونکہ عدالتی فیصلوں سے وقتی جھگڑا تو ختم ہو جاتا ہے مگر وہ فیصلے اُن کے دِلوں میں کدورت وعداوت کے جراثیم چھوڑ جاتے ہیں جو بعد میں نہایت ناگوار شکلوں میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔"(۴۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندانی، قبائلی، علاقائی الغرض ہر قسم کے مسائل کو ثالثین کے ذریعے ختم کرکے صلح کرانا شرعاً جائز ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَO إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[۴۳]

"اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کر دو پھر اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو تم زیادتی کرنے والے کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پھر آئے، اگر پھر آیا تو ان کے درمیان برابری اور انصاف سے صلح کرادو بے شک اللہ کو انصاف والے پسند ہوتے ہیں۔ مسلمان جو ہیں سو بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو"

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ثالثین کے ذریعے فریقین کے مابین نزاع کو ختم کرنا شرعاً جائز ہے[۴۴]

قرآن کریم کی اِس تعلیم سے لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے متعلق ایک نئے باب کا نہایت مفید اضافہ ہوا جس کے ذریعے مقامی سطح پر حکومت تک پہنچنے سے قبل ہی بہت سے مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ برادریوں کی پنچائیت میں ہو سکتا ہے۔[۴۵]

اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی آپس کے تنازعات کو مقامی سطح پر حل کرنے کی اجازت ملتی ہے جیسے قبیلہ بنو قریظہ کے یہودیوں نے غزوہ خندق میں معاہدے سے روگردانی پر جب حضرت سعد بن معاذؓ کو ثالث بنا کر فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا اور اُن کے فیصلے کو تسلیم کرنے پر راضی ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے ثالث بنائے جانے اور فیصلہ کرنے پر رضامندی ظاہر فرمائی۔[۴۶]

اسی طرح ابو شریح ھانی بن یزید[۴۷] جب فتح مکہ کے بعد وفد بنی الحارث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تھے جن کے بارے میں آپ ﷺ پیشگی سن چکے تھے کہ لوگ اُس کو "ابوالحکم" کہتے ہیں، آپ ﷺ نے اُس سے اِس لقب کی وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ میری قوم میں جب کوئی تنازعہ پیش آتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں اُن کے مابین فیصلہ کرتا ہوں جس کو دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں اور وہ اِس پر راضی ہوتے ہیں تو اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا "مَااَحسَنَ هذا"

یعنی یہ کیا ہی اچھا عمل ہے۔(۴۸) لہٰذا سیرت نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کے مابین ثالث کے ذریعے فیصلے کرنے کو پسند فرمایا ہے اور اس پر کسی قسم کی نکیر نہیں فرمائی۔

حضرت عمرؓ (م: ۲۳ھ) نے اپنے دور خلافت میں قاضیوں کے نام ایک فرمان جاری کیا تھا کہ رشتہ داروں کے باہمی مقدمات اگر پیش ہوں تو ان مقدمات کو ان کی برادری میں واپس کیا کرو تاکہ وہ خود بیٹھ کر صلح کی کوئی صورت نکالا کریں۔روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رُدُّواالقَضاءَ بَينَ ذَوِى الاَرْحَامِ حَتّٰى يصْطَلِحوا فَأِنَّ فَصْلَ القضَاءِ يورِثُ الضَّغَا ئِنَ"(۴۹)

"رشتہ داروں کے مقدمات کو انہی میں واپس کردو تاکہ وہ خود (برادری کی مدد سے) آپس میں صلح کی صورت نکال لیں کیونکہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں کینہ وعداوت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔"

مصالحت اور پنچائتی فیصلوں کے لئے فقہائے کرام نے اس فرمانِ فاروقی کو خاص بنیاد بنایا ہے۔ جس کے ذریعے فریقین کے مابین صلح کی کوئی صورت نکالی جائے، ساتھ یہ بھی لکھا ہے، کہ یہ فرمان فاروقی اگرچہ رشتہ داروں کے باہمی فیصلوں سے متعلق ہے لیکن اس کی جو علت اور حکمت اس فرمان میں مذکور ہے کہ عدالتی فیصلوں سے دِلوں میں کدورت پیدا ہوتی ہے وہ رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں میں عام ہے لہٰذا غیر رشتہ داروں میں بھی اِس طریقہ کار کو جاری رکھنا چاہیے۔(۵۰) مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت نبویہ اور تعامل صحابہ مصالحت کو مذہبی تائیدی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

فقہی طورپر "مصالحت" میں عموماعلاقہ کے رسم ورواج اور عرف کو دیکھا جاتاہے اور اِسی کے مطابق فیصلے بھی کئے جاتے ہیں اور ایسا عرف جو شریعت مطہرہ کے قطعی اُصولوں کے خلاف نہ ہو، فقہی طورپر معتبر ہوتاہے اور اسے اُصول فقہ میں سے ایک اصل بھی مانا جاتاہے چنانچہ عرف کا معتبر ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے قتل میں وجوبِ دیت کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(۵۱)

"جس کو مقتول کے بھائیوں کی طرف سے کچھ معاف ہوجائے تو اس کو دستور کے موافق (دیت کی) ادائیگی کرنی چاہیے۔"(۵۲)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مَارَاهُ المسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللهِ حَسَنٌ''(۵۳) ''عام مسلمانوں کے ہاں جو چیز اچھی ہو وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہوتی ہے۔''

علامہ ابن عابدین شامیؒ (م: ۱۲۵۲ھ) نے عرف کے متعلق مفتیان کرام کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

''وَالعُرفُ فِی الشَرعِ له اِعتِبَارُ لِذَاعَلَیه الحُکمُ قَد یُدَارُ(۵۴) ''شریعت اسلامی میں عرف کا اعتبار کیا جاتا ہے اسی لیے کبھی حکم کا دار ومدار عرف پر رکھا جاتا ہے۔''

گویا مصالحت کی پشت پر فقہ کی ایک بڑی مستحکم بنیاد "نظریہ عرف" بھی کارفرما ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرات فقہائے کرام نے ایسے عرف اور عادت ورواج کو معتبر مانا ہے، جو شریعت کے قطعی دلائل کے ساتھ معارض نہ ہو۔ چنانچہ علامہ شامیؒ (م: ۱۲۵۲ھ) نے فرمایا ہے:

"العُرفُ اِمَّا اَنْ یُوَافِق الَّدلیل الشَرْعِیَّ المنصوصَ عَلیه فِی کُتُبِ ظاهرِ الروَایَةِاَوْلاَ فَاِنْ وافَقهمُا فلا کلاَمَ"(۵۵)

''عرف دلیل شرعی اور ظاہر الروایت کے کتب میں منصوص علیہ کے موافق ہوگی یا نہیں اگر موافق ہو تو اس میں کوئی کلام نہیں۔''

البتہ نصوص قطعیہ کے مخالف عرف کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔

پختون روایتی مصالحت کا تحکیم کے ساتھ تقابلی جائزہ

۱: تقابل بہ اعتبار حدود (دائرہ اختیار):

تحکیم: "تحکیم" میں حکم کے لئے حدود اور قصاص کے معاملے میں فیصلہ کرنا درست نہیں اس کے علاوہ جتنے بھی معاملات ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہو ان میں تحکیم کے ذریعے فیصلہ کرنا جائز ہے(۵۶) البتہ امام سرخسی (م: ۴۸۳ھ) نے قصاص میں بھی تحکیم کی اجازت کا قول نقل کیا ہے چنانچہ صاحب بنایہ (م: ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

''(ولا یجوز التحکیم في الحدود والقصاص)هذا مذهب الخصاف - رَحِمَهُ اللَّهُ - فإنه قال: التحکیم لا یجوز في الحدود والقصاص، واختاره القدوري - رَحِمَهُ اللَّهُ - في "مختصره "، وکذلك اختاره المصنف - رَحِمَهُ اللَّهُ —والمراد بالحدود: التي هي الواجب حقا لله تعالی. وأما في حد القذف والقصاص فقد اختلفت الروایات فیهما، فقال شمس الأئمة السرخسي - رَحِمَهُ اللَّهُ - في

" شرح أدب القاضي ": من أصحابنا من قالوا: إنه لايجوز هذا في الحدود الواجبة لله تعالى؛ لأن الإمام هو المتعين لاستيفاء حقوق الله تعالى.وأما في القصاص وحد القذف فيجوز التحكيم؛ لأن الاستيفاء إليهما. وفي " الذخيرة "، يجوز التحكيم في القصاص؛ لأنه من حقوق العباد. وعن أبي حنيفة – رَحِمَهُ اللَّهُ – لا يجوز ''(۵۷)

''حدود اور قصاص میں تحکیم جائز نہیں یہ امام خصافؒ کا مذہب ہے کہ حدود اور قصاص میں تحکیم کے ذریعے فیصلہ کرنا جائز نہیں امام مقدوریؒ نے اپنی مختصر میں یہی قول اختیار کیا ہے اور مصنف (صاحب ہدایہؒ) نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ حدود سے مراد اللہ تعالی کے واجبات ہیں جب کہ حد قذف اور قصاص میں روایات مختلف ہیں چنانچہ شمس الائمہ امام سرخسیؒ نے اپنی کتاب شرح ادب القاضی میں لکھا ہے: کہ احناف میں سے چند حضرات نے فرمایا ہے کہ حدود میں تحکیم جائز نہیں اس لئے کہ حقوق اللہ کی وصولی کے لئے امام متعین ہے اور قصاص وحد قذف میں تحکیم کے ذریعے فیصلہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ اس کی وصولی اس صاحبِ حق کو حاصل ہے اور ''ذخیرہ'' نامی فقہی کتاب میں بھی ہے کہ قصاص میں تحکیم جائز ہے اس لئے کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں قصاص میں تحکیم کے ذریعے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔''

مصالحت: مصالحت کے ذریعے عموما، خانگی، کاروباری اور جائیداد وغیرہ کے مسائل حل کئے جاتے ہیں اور قتل مقاتلے کی صورت میں صلح تو کرتے ہیں البتہ کسی کو قصاصاً قتل کرنے کا فیصلہ نہیں کرتے۔ " قتل "کے علاوہ مختلف قسم کی سزائیں دیتے ہیں جن میں مالی جرمانہ، شہر بدری وغیرہ شامل ہیں۔(۵۸)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں حقوق العباد سے متعلقہ مسائل کے فیصلے کئے جاتے ہیں دونوں میں قصاصاً ٗکسی کو قتل کرنے کا اختیار ارا کین کے پاس نہیں ہوتا۔

تحکیم: تحکیم میں حکمین (ثالثین) فریقین کی طرف سے دیئے ہوئے اختیارات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔اس سے تجاوز نہیں کرتے۔

مصالحت: مصالحت میں بھی مصالحین فریقین کی طرف سے دیئے گیے اختیارات کے مطابق حل کیے جاتے ہیں اور اگر وہ لوگ اختیار نہ دیں تو وہ ان کے مابین فیصلہ نہیں کرتے۔

نتیجہ: تحکیم اور مصالحت دونوں میں فریقین کی طرف سے نامزدگی اور اجازت ضروری ہوتی ہے بغیر اجازت کے شرعاً اور رواجاً اُن پر ایسے فیصلوں کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تحکیم: "تحکیم" میں ثالثین کے ذریعے ہر قسم کے قتل (قتل عمد میں گزشتہ اختلاف کے ساتھ) کے فیصلے کئے جاتے ہیں البتہ قتل خطا میں قاتل پر دیت کا وہ فیصلہ نافذ ہوگا جو قتل اُس کے اقرار سے ثابت ہو جائے۔(۵۹)

مصالحت: "مصالحت" میں قتل کے معاملات حل کرنے کے لئے صلح کرکے قاتل پر مالی جرمانہ اور "ننواتی" مقرر کرتی ہے، قبل ازیں مقتول کے ورثاء کو اس فیصلے پر راضی کیا جاتا ہے۔(۶۰)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں قتل جیسے سنگین جرائم کے فیصلے بغیر قصاص کے کیے جاتے ہیں۔

تحکیم: "تحکیم" میں حدود کے علاوہ ہر قسم کے مالی اور جانی نقصان کے فیصلے ہو سکتے ہیں۔(۶۱)

مصالحت: "مصالحت" میں ہر قسم کے زخم، ایکسیڈنٹ، چوری، ڈاکہ زنی، نقب زنی، جیب تراشی، خواتین کے ساتھ چھیڑ خوانی، خواتین پر تہمت، وغیرہ وغیرہ، جانی ومالی نقصان کے فیصلے، جرمانہ طے کرکے کی جاتی ہے۔(۶۲)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں اراکین صلح مصالحت کی بنیاد پر جانی اور مالی مقدمات کو نمٹاتے ہیں۔

تحکیم: "تحکیم" میں فریقین کی رضامندی سے نکاح، طلاق، اور خلع وغیرہ کے فیصلے ہو سکتے ہیں۔(۶۳)

مصالحت: "مصالحت" میں فریقین کے اختیار کے ساتھ نکاح، طلاق اور خلع کے فیصلے بھی ہوتے ہیں البتہ بعض اوقات رسم "سورہ" اور "غگ" پر عمل کرکے، بچیوں کی زندگی بھی تباہ کی جاتی ہیں۔(۶۴)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں خانگی مسائل نکاح، طلاق اور خلع کے فیصلے فریقین کی اختیار کے ساتھ حل کیے جاتے ہیں۔

۲: تقابل بہ اعتبار مقاصد:

تحکیم: "تحکیم" میں حکم کو نزاع اور جھگڑے ختم کرنے کے لئے متعین کیا جاتا ہے تاکہ وہ عدل وانصاف سے فیصلہ کرے۔(۶۵)

مصالحت: "مصالحت" کا بنیادی مقصد فریقین کے مابین جاری نزاع کا خاتمہ کرنا ہوتا ہے۔ جس کے لئے فریقین نے مقررہ مصالحین کا انتخاب کیا ہوتا ہے۔(۶۶)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں کا مقصد فریقین کے مابین جاری لڑائی کا پرامن حل نکالنا ہوتا ہے۔

تحکیم: تحکیم "میں حکم ، قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہےاور صلح مابین فریقین ہی اس کا مقصد ہوتا ہے۔ (۶۷)

مصالحت: پختون روایتی "مصالحت "فریقین کے مابین فیصلہ اس طریقے سے کرتی ہے کہ نزاع ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے اور فریقین قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر صلح کرکے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ کے لئے اس معاملے میں نہیں لڑیں گے۔ (۶۸)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں کا مقصد فریقین کے مابین صلح کرنا ہوتا ہے۔

تحکیم: " تحکیم " میں حکم اور ثالثین "ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرتے ہیں اور مظلوم کو اس کا حق دلاتے ہیں۔ (۶۹)

مصالحت: " مصالحت " فریقین میں سے مظلوم کی دادرسی بھی کرتی ہےاور اس مد میں فریق دوم پر کچھ مالی جرمانہ بھی رکھا جاتا ہے اور ننواتے بھی لازم کیا جاتا ہے۔ (۷۰)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں ظالم کے خلاف مظلوم کی اشک شوئی کی جاتی ہے۔

تحکیم: تحکیم کے ذریعے قرآن وحدیث کی روشنی میں صلح وفیصلہ ہو جانے کی صورت میں فریقین کے مابین محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

مصالحت: " مصالحت " صلح کے بعد فریقین میں بھائی چارہ اور محبت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ (۷۱)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں کا مقصد فریقین کے مابین محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنی ہوتی ہے۔

نوٹ: مصالحت اور تحکیم کے حدود ومقاصد میں کوئی فرق نہیں البتہ عملی طور پر پختون روایتی مصالحت میں شریعت سے زیادہ روایات کا خیال رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض فیصلوں میں شرعی حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے۔

۳: تقابل بہ اعتبار مصالح:

تحکیم: " تحکیم " میں بھی دشمنیوں اور نزاعات کو ختم کرنے کے لئے فریقین کی رضامندی سے کام ہوتا ہے۔ (۷۲)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے پرانی ،جدی پشتی دشمنیاں ختم ہو کر فریقین آپس میں شیر وشکر ہو جاتے ہیں۔ (۷۳)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں یہ مصلحت مشترک ہے کہ ان کے ذریعے پرانی دشمنیاں، دوستیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

تحکیم: "تحکیم "کے ذریعے ہر قسم کے تنازعات کے فیصلے پرامن طریقے سے ہو سکتے ہیں جو بندوں کے دائرہ اختیار میں ہوں۔ (۷۴)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے سنگین مسائل جیسے قتل مقاتلے کے معاملات ، بات چیت اور مذاکرات سے حل ہو جاتے ہیں۔ (۷۵)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں خون خرابے والے مسائل بات چیت کے ذریعے حل ہو جاتے ہیں۔

تحکیم: "تحکیم "میں ثالثین کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ فریقین میں صلح ہو جائے جس کے اثرات بہت خوش گوار ہوتے ہیں۔ (۷۶)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے فریقین آپس میں صلح مصالحت کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور آئندہ کے لئے آپس میں نہ لڑنے کا حلف کرتے ہیں۔ جس سے علاقے میں امن وامان اور خوش حالی کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے اور بہت سے جوانوں کی زندگیاں جو اس آگ کی نذر ہونی تھیں، بچ جاتی ہیں۔ (۷۷)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں صلح کی بنیاد پر مسئلہ کو حل کیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ علاقے میں امن وامان اور خوشحالی آجاتی ہے۔

تحکیم: "تحکیم" میں بھی فریقین اپنی رضامندی سے جن افراد کو چاہتے ہیں ان کو فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرتے ہیں۔اس لئے قاضی اور جج کے پاس جانے سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ (۷۸)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے مقامی سطح پر لوگوں کے مسائل ، اپنے ہی گاؤں ، قوم، اور قبیلے کے مشران حل کرتے ہیں اس لئے مسائل کے حل کے لئے دور دراز عدالتوں کے چکر نہیں لگانے پڑتے۔ (۷۹)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں مسائل کو مقامی سطح پر حل کیا جاتا ہے۔

تحکیم: "تحکیم "میں بھی حکموں (ثالثین) کو یہ حکم ہے کہ وہ قاضیوں کی طرح عدل وانصاف سے کام لیں کسی ایک طرف میلان کرکے فیصلہ نہ کریں اور حکموں کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ معاملے کو نہ تو بہت جلد بازی میں نمٹائیں اور نہ ہی زیادہ طول دیں۔ (۸۰)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے اپنے ہی علاقے میں فوری اور سستا انصاف مل جاتا ہے نہ تو مسئلے کے حل کے لئے مہینے اور سالوں کا عرصہ درکار ہوتا ہے اور نہ عدالتی فیسیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔(۸۱)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں فریقین کو مقامی سطح پر فوری اور سستا انصاف مل جاتا ہے۔

تحکیم: "تحکیم" کے ذریعے بھی انصاف کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فریقین میں سے حقدار کو اُس کا حق دیا جاتا ہے۔(۸۲)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے مستحق کو اُس کا حق بہ آسانی مل جاتا ہے۔(۸۳)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

تحکیم: "تحکیم" کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑے کی صورت میں ظلم کرنے والے کو، ظلم سے روکا جاتا ہے اور مظلوم کی مدد کی جاتی ہے اس طرح کہ فیصلہ میں اس کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ بھی کیا جاتا ہے۔(۸۴)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے بھی ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کی جاتی ہے اور ظالم کو مظلوم سے معافی مانگنے اور ننواتی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اس طرح مظلوم کی دادرسی کی جاتی ہے۔(۸۵)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں مظلوم کی مدد کی جاتی ہے۔

تحکیم: "تحکیم" میں بھی خانگی مسائل کو مقامی سطح پر خاندان ہی میں بہ آسانی حل کرکے عدل وانصاف کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔(۸۶)

مصالحت: "مصالحت" کے ذریعے گھریلو مسائل، اپنے گھر یا خاندان اور قبیلے ہی میں حل ہو جاتے ہیں اور اس میں عدل وانصاف کے امکانات اس لئے زیادہ ہوتے ہیں کہ فیصلہ کرنے والے "مصالحین" مقامی ہونے کی وجہ سے پہلے سے فریقین کے آپس کے تعلقات، حالات اور ذہنی ہم آہنگی سے باخبر ہوتے ہیں اس لئے ماضی اور حال کے حالات کو سامنے رکھ کر ایسا مناسب فیصلہ کرتے ہیں جس پر فریقین خوش ہوتے ہیں۔(۸۷)

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں خانگی مسائل کا پائیدار حل نکالا جاتا ہے۔

۴: تقابل بہ اعتبار مفاسد:

تحکیم: "تحکیم" کے ذریعے ہونے والے فیصلے میں شرط یہ ہے کہ اگر وہ شرعی قوانین کے موافق ہو تو نافذ ہو جائے گا ورنہ نہیں، بلکہ اس کو رد کیا جائے گا کسی بھی ظالمانہ فیصلہ کو شریعت نے جائز نہیں رکھا ہے۔(۸۸)

مصالحت: " پختون روایتی مصالحت" معاشرے میں خواتین کے ساتھ ہونے والی ظالمانہ رسوم سورہ، غیرت کے نام پر قتل اور غگ کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ جس سے حوا کی بیٹی کی زندگی داؤ پر لگ جاتی ہے۔(۸۹)

نتیجہ: مصالحت کے ذریعے بعض غیر شرعی فیصلے کیے جاتے ہیں جو دنیوی اور اخروی زندگی میں نقصان دہ ہوتے ہیں جب کہ تحکیم کے متعلق حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعے کیے جانے والا غیر شرعی فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

تحکیم: حکم (ثالث) کے لئے شرعاً جو شرائط بیان ہوے ہیں ان کا خیال ضرور رکھنا چاہئے اگر شرعی شرائط کا خیال رکھے بغیر ثالثین کو مقرر کیا جائے تو تحکیم کے مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

مصالحت: " مصالحت" میں اراکین مصالحت کے انتخاب میں اگر شریعت کے بیان کردہ صفات کا خیال نہ رکھا جائے تو عین ممکن ہے کہ اصلاح کی بجائے مزید فساد پیدا ہو جائے۔

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں اراکین کے انتخاب میں بیان کردہ صفات کا خیال نہ رکھا جائے تو بجائے امن کے فساد ہی پھیلے گا۔

تحکیم: " تحکیم" میں حکم صرف وہی فیصلہ کرتا ہے جس کی اجازت شریعت نے اُسے دی ہو اپنے حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا اور اگر اپنے حدود سے آگے بڑھ کر فیصلہ کرلے تو ایسا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

مصالحت: اراکین مصالحت کو اگر اپنے شرعی حدود اور دائرہ اختیار کا علم نہ ہو تو وہ اپنے حدود سے تجاوز کر کے ایسے فیصلے کرتے ہیں جو اُن کے لئے قانوناً اور شرعاً جائز نہیں ہوتے۔

نتیجہ: مصالحین اپنے حدود سے تجاوز کر کے شرعی اور قانونی پابندیوں کو توڑ دیتے ہیں جب کہ تحکیم میں حکم کا فیصلہ شریعت اور قانون کا مخالف نہیں ہوتا۔

تحکیم: " تحکیم" میں بھی رشوت اور سفارش کے امکانات ہوتے ہیں لیکن شریعت نے محکم (حکم بنانے والے فریق) کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ فیصلہ سے پہلے جب چاہے اپنے حکم (ثالث) کو معزول کر سکتا ہے تاکہ اس کے ساتھ بے انصافی نہ ہو اور معزولی کے بعد حکم کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔(۹۰)

مصالحت: اراکین مصالحت کا عموماً مقامی ہونے کی وجہ سے فریقین کو ان کی کمزوریوں کا علم ہوتا ہے چنانچہ وہ ان کی کمزوریوں سے غلط فائدہ اُٹھاتے ہیں اس طرح رشوت اور سفارش کے اندیشے بڑھ کر انصاف کے فوت ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں اراکین کے مقامی ہونے کی وجہ سے رشوت اور ناجائز سفارش کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

تحکیم: تحکیم میں بھی اسی فساد کا خطرہ ہوسکتا تھا اس وجہ سے شریعت نے حکم کے لئے قاضی کے شرائط مقرر کئے تاکہ عدل وانصاف اور اصلاح بین الناس متاثر نہ ہو۔[۹۱]

مصالحت: انصاف کے اصولوں اور شرائط سے ناواقفیت کی وجہ سے کبھی کبھار ناتجربہ کار مصالحت کار، فریقین کے مابین ایسے فیصلے کرلیتے ہیں جس کے نتیجے میں معمولی تنازعہ ایک بڑے فساد کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور فریقین کا وہ معاملہ جو وقت گزرنے سے خود بخود ختم ہوسکتا تھا، نابالغ مصالحت کی وجہ سے دوخاندانوں کی دشمنی اور دو گھرانوں کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں اراکین کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے معمولی تنازعہ بڑے فساد کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔

تحکیم: "تحکیم" میں حکم کے لئے جو شرائط اور صفات بیان ہوے ہیں اگر ان صفات کا خیال نہ رکھا جائے، تو رشوت، سفارش، یا کسی قسم کا دباؤ لینے سے ثالث، عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ نہیں کرسکتا ہے۔

مصالحت: اراکین مصالحت پر علاقائی خوانین اور ملکوں کے اثر رسوخ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے عموماً فریقین میں سے کمزور فریق کے خلاف فیصلہ کیا جاتا ہے اور مخالف فریق، ملک اور خان ہونے کی وجہ سے "مصالحت" کو ہائی جیک کرلیتا ہے۔

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں کمزور فریق کے ساتھ ناانصافی کے امکانات نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں۔

تحکیم: "حکم" کسی بھی فیصلہ کے وقت فریقین کے ساتھ بہ آسانی ڈیل کرکے اپنے دنیاوی مفادات حاصل کرسکتا ہے۔

مصالحت: "مصالحت" کو پیشہ ورانہ مصالحین نے ایک کاروبار بنا رکھا ہے اُن کے سامنے لوگوں کی اصلاح کی بجائے اپنے ذاتی مفادات ہوتے ہیں جو اُن کو کسی بھی فریق سے ملنے کی امید ہوتی ہے۔

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں اراکین کی بدنیتی سے لوگوں کی اصلاح فوت ہوجاتی ہے۔

تحکیم: تحکیم میں ثالثین فریقین پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔

مصالحت: بعض پیشہ ور مصالحین کی تو اپنی فیس مقرر ہوتی ہے اس کے علاوہ سواری اور بہترین کھانوں کا انتظام علیحدہ سے کرنا پڑتا ہے۔

نتیجہ: اراکین مصالحت کا فیس، سواری اور کھانوں کا انتظام ایک غریب شخص کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

تحکیم: فقہاء کے ہاں "تحکیم" کے جواز پر عام فتویٰ نہیں دیا جاتا، تاکہ لوگ کسی جاہل کو حکم بنا کر مذہب کو مذاق نہ بنائیں اور تحکیم عام ہونے سے قاضی اور عدالت کی رونق ماند پڑ جائے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے تحکیم کے لئے بہت ساری شرائط رکھی ہیں۔ (۹۲)

مصالحت: "مصالحت" کے نام پر بعض اوقات قانون ہاتھ میں لیا جاتا ہے اور مصالحین حضرات قاضی اور جج کی طرح ایسے فیصلے صادر کرتے ہیں جو ان کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے۔

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں عدالت کی طرح فیصلے کیے جاتے ہیں جو حدود سے تجاوز ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے ہاں تحکیم کی زیادہ تائید نہیں کی جاتی۔

تحکیم: تحکیم میں ثالث اصلاح بین الناس اور خلوص نیت کے ساتھ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے۔ (۹۳)

مصالحت: شرعی طور پر کمزوری کی وجہ سے روایتی مصالحین میں خلوص اور نیک نیتی نسبتاً کم ہوتی ہے اُن کو لوگوں کی صلح اصلاح سے زیادہ اپنے ذاتی مفادات اور شہرت سے غرض ہوتی ہے اس وجہ سے بعض صلح کے فیصلے کامیاب نہیں ہوتے۔

نتیجہ: مصالحت میں تحکیم کی نسبت خلوص نسبتاً کم ہوتی ہے۔

تحکیم: حکم کے لئے شریعت نے جتنی شرائط رکھے ہیں اور امام اور قاضی وقت کو شریعت نے پابند بنایا ہے کہ وہ کسی بھی حکم میں اُن شرائط کی جانچ پڑتال کرکے فیصلے کی تصدیق یا تردید کریں۔

مصالحت: سرکاری مصالحت میں بعض اوقات پولیٹکل ایجنٹ ایسے نمائندوں کو منتخب کرتا ہے جو طاقت کا غلط استعمال کرتے ہوئے غلط فیصلے کرتے ہیں۔

نتیجہ: مصالحت اور تحکیم دونوں میں طاقت کا غلط استعمال ہو کر غلط فیصلے ہو سکتے ہیں۔

نوٹ: مصالحت اور تحکیم میں بہ اعتبار مفاسد فرق یہ ہے کہ اراکین مصالحت کے لیے عموماً فریقین کی طرف سے کھانوں اور خرچوں کا انتظام کیا جاتا ہے جس سے بسااوقات فیصلے متاثر ہوتے ہیں جب کہ تحکیم میں یہ انتظام نہیں ہوتا۔

اسی طرح مصالحت میں غگ اور سورہ جیسے نامناسب فیصلے ہوتے ہیں جب کہ تحکیم میں نامناسب اور ناجائز فیصلوں کو رد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح مصالحت میں تحکیم کی نسبت خلوص نسبتاً کم ہوتی ہے۔

نتائج بحث:

اس تحقیق کے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱: مسلمانوں کے مابین کسی بھی تنازعہ کی صورت میں صلح کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری بھی ہے۔

۲: متنازعہ فریقین کے مابین صلح مصالحت کرنا مسلمانوں کے لئے فرض کفایہ ہے۔

۳: مصالحت کا بنیادی مقصد مقامی سطح پر لوگوں کے تنازعات کا پرامن حل نکالنا ہے۔

۴: صلح کرنے کی حوصلہ افزائی قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

۵: مدعیٰ علیہ کے اقرار، انکار اور خاموشی ہر صورت میں صلح کرنا جائز ہے۔

۶: شرعی طور پر مصالح، بدل صلح اور مصالح عنہ کے لئے مقررہ شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۷: پختون روایتی مصالحت کے لئے تحکیم ایک شرعی بنیاد ہے۔

۸: "مصالحت" میں علاقہ کے رسم ورواج اور عرف کالحاظ رکھا جاتا ہے جس کی بشرطِ درستگی فقہی طور پر بھی تائید کی جاتی ہے۔

۹: مصالحت اور تحکیم کے حدود ومقاصد میں کوئی فرق نہیں البتہ عملی طور پر پختون روایتی مصالحت میں شریعت سے زیادہ رواج کا خیال رکھا جاتا ہے۔

۱۰: مصالحت اور تحکیم میں بہ اعتبارِ مصالح کوئی فرق نہیں البتہ بہ اعتبار مفاسد مصالحت میں تحکیم کی نسبت خلوص کم ہوتی ہے۔

تجاویز:

اس تحقیق کے نتیجے میں درج ذیل تجاویز سامنے آتی ہیں جن پر عمل کرکے روایتی مصالحت کے اس نظام کو مزید بہتر کیا جاسکتا ہے:

۱: متنازعہ فریقین کے مابین صلح مصالحت کرنا چونکہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے اس لئے اہلِ علم ودانش حضرات کو اس فریضے کی ادائیگی کے لئے سامنے آنا چاہیے۔

۲: شرعی طور پر مصالح، بدل صلح اور مصالح عنہ کے لئے مقررہ شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے فریقین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسی بابت چند بنیادی صفات سے متصف حضرات کو مصالحت کے لئے نامزد کریں۔

۳: اسلامی تعلیمات سے بے خبر، پیشہ ور حضرات کی ترغیب وترہیب کے ذریعے تربیت کرکے ذہن سازی کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے لئے باقاعدہ ورکشاپس اور سیمینارز منعقد کئے جائیں۔

۴: مصالحین کے لئے تحکیم کے بنیادی مسائل اور شرائط سے آگاہی ضروری ہے۔

۵: ایسی صلح جن کی وجہ سے معاشرے کی امن وامان کی جگہ بگاڑ پیدا ہوان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔

۶: پختون روایتی مصالحت میں مقامی رسم ورواج کی جگہ شرعی تعلیمات کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

۷: مصالحین کی اصلاح کرکے ان میں جذبہ خیر سگالی، وحدتِ امت اور اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ معاشرے کے امن وامان کی بحالی کے لئے خلوص کے ساتھ محنت کریں۔

حواشی وحوالہ جات

[۱] المغرب: ناصر بن عبد السید ابی المکارم ابن علی، ابو الفتح، برہان الدین الخوارزمی، طبع وسن ندارد، دار الکتاب العربی، جلد 1، ص ۲۷۰

[۲] القاموس الوحید: وحید الزمان کیرانوی، طبع اول، جون ۲۰۰۱ء ادارہ اسلامیات لاہور، ص ۹۳۵

[۳] الدر المختار شرح تنویر الابصار: امام حصکفی، طبع دوم، ۱۹۹۲ء دار الفکر بیروت، کتاب الصلح، ج ۲، ص ۲۸۸

[۴] شرح مجلۃ الاحکام: سلیم رستم باز لبنانی، طبع وسن نامعلوم، مکتبہ حقانیہ، محلّہ جنگی پشاور، مادہ: ۱۵۳۱، ص ۸۲۷

[۵] سورہ النساء: ۱۲۸

[۶] سورہ الحجرات: ۹،۱۰

[۷] احکام القرآن: احمد بن علی ابو بکر رازی جصاص، ۴۰۵ھ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج ۳، ص ۲۶۹

[۸] المرجع السابق، ج ۳، ص ۲۷۰

[۹] سورہ البقرۃ: ۱۷۸

[۱۰] احکام القرآن للجصاص: ج ۱، ص ۱۹۳، ۱۸۸

[۱۱] سورہ البقرہ: ۱۸۲

[۱۲] احکام القرآن: القاضی محمد بن عبد اللہ ابو بکر بن العربی الاشبیلی المالکی طبع سوم ۲۰۰۳ء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ج ۱، ص ۱۰۵

[۱۳] الصحیح للبخاری: بَابُ قَوْلِ الإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ اِذهبوابِنَا نُصلِحُ، حدیث نمبر ۲۶۹۳، ج ۳، ص ۱۸۳

[۱۴] سنن الترمذی، باب ماذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، حدیث نمبر ۱۳۵۲

[۱۵] الصحیح للبخاری، حدیث نمبر ۲۷۰۰، ج ۳، ص ۱۸۵

[۱۶] سورہ النساء: ۱۱۴

[۱۷] الجامع لاحکام القرآن: شمس الدین قرطبی، طبع دوم، سن ۱۹۶۴ء، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ج ۵، ص ۳۸۵، ۳۸۴

۱۸۔ مسند ابی داؤد الطیالیسی: ابو داؤد سلیمان بن داؤد الطیالیسی، ج۱، ص۴۹۱، طبع اول، ۱۹۹۹ء، دار ہجر، مصر

۱۹۔ تفسیر قرطبیؒ، ج۵، ص۳۸۵، ۳۸۴

۲۰۔ مسند ابی داؤد الطیالیسی: ج۱، ص۴۹۱

۲۱۔ سنن ترمذی، ج۴، ص۶۶۳، حدیث نمبر ۲۵۰۹

۲۲۔ بغیۃ الباحث: حارث بن محمد البغدادی المعروف با بن ابی اسامہ، طبع اول، ۱۹۹۲ء، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، مدینۃ المنورۃ، ج۱، ص۳۰۹

۲۳۔ احکام القرآن: القاضی محمد ابوبکر بن العربی المالکی، ج۱، ص۱۰۵

۲۴۔ سورہ النور: ۷، الصحیح البخاری، باب آیۃ المنافق ثلاث، ج۱، ص۱۶

۲۵۔ الصحیح البخاری، بَابٌ: لَيْسَ الكَاذِبُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، حدیث نمبر ۲۶۹۲

۲۶۔ الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی: علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، طبع وسن ندارد، داراحیاء التراث العرب، بیروت، لبنان، ج۳، ص۱۹۰

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ سورۃ البقرہ: ۱۸۸، الہدایہ، ج۳، ص۱۹۰

۲۹۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی، طبع دوم، ۱۹۸۶ء دار الکتب العلمیۃ بیروت، ج۶، ص۵۴

۳۰۔ ایضا، ج۶، ص۴۰

۳۱۔ ایضاً، ج۶، ص۴۲

۳۲۔ ایضاً، ج۶، ص۴۸، الدر المختار، علاء الدین خصکفی، طبع دوم، ۱۹۹۲ء، دار الفکر، بیروت، کتاب الصلح، ج۱۲، ص۲۹۰

۳۳۔ نور اللغات: مولوی نور الحسن مرحوم، طبع اول، ۱۹۸۹ء، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ص۱۰۷۵

۳۴۔ پشتو اُردو لغت: حاجی پردل خان خٹک، طبع اول، ۱۹۹۰ء، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹیص ۶۰۶

۳۵۔ جرگہ تاریخ کے آئینے میں: محمد دلم فیض داد، مترجم موسیٰ خان، مطبع وسن ندارد، ادارہ استحکام پاکستان لاہور، ص۱۶

۳۶۔ القاموسالمحیط: مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، ج۱، طبع ہشتم، ۲۰۰۵ء، مؤسسۃالرسالۃللطباعۃوالنشر والتوزیع، بیروت، لبنان ص ۱۰۹۵

۳۷۔ مختار الصحاحزینالدینابو عبداللہمحمد بنابی بکربنعبدالقادر الحنفیالرازی ج۱، طبع پنجم، ۱۹۹۹ء، المکتبۃالعصریہ الدار النموذجیہ، بیروت، ص۷۸

[۳۸] ردالمحتار علی الدر المختار: ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی؛ الدر المختار شرح تنویر الأبصار: علاء الدین خصکفی، ج۵، طبع دوم، ۱۹۹۲ء، دار الفکر، بیروت، ص۴۲۸

[۳۹] مجلۃ الأحکام العدلیہ: لجنتہ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیہ ج۱، طبع وسن ندارد، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ، کراچی، ص۳۶۵۔

[۴۰] سورہ النساء: ۵۳۵

[۴۱] معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، مارچ ۲۰۰۱ء، ادارۃ المعارف، دار العلوم کراچی، ج۲، ص۳۹۳

[۴۲] ایضاً، ج۲، ص۴۰۴

[۴۳] سورۃ حجرات: ۹

[۴۴] الجامع لاحکام القرآن: شمس الدین قرطبی، ج۵، طبع دوم، سن ۱۹۶۴ء، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ص۱۷۹

[۴۵] معارف القرآن، ج۲، ص۴۰۵

[۴۶] الصحیح للبخاری: ج۴، باب مرجع النبی بنی الاحزاب؛ حدیث ۲۸۷۸، ص۶۷

[۴۷] ابو شریح ہانی بن یزید کا اپنا نام خویلد بن عمرو ہے، زمانہ جاہلیت میں "ابو الحکم" لقب سے مشہور تھے، فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے، نبی کریم ﷺ سے بیس احادیث نقل کی ہیں، مدینہ منورہ میں ۶۸ھ کو وفات پائی۔ (فتح المجید شرح کتاب التوحید، عبد الرحمٰن بن حسن التمیمی، طبع ۷، سن ۱۳۷۷ھ، ج۱، مطبع السنۃ المحمدیۃ، القاہرۃ، مصر، ص۴۳۱)

[۴۸] الادب المفرد: محمد بن اسماعیل بخاری، ج۱، طبع اول، سن ۱۹۹۸ء، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع ریاض، ص ۴۳۵

[۴۹] ترتیب الأمالی الخمیسیۃ، یحییٰ بن الحسین بن إسماعیل بن زید الحسنی الجرجانی، ج۲، رقم: ۲۶۲۸ طبع اول، ۲۰۰۱ء دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص۳

[۵۰] معارف القرآن، ج۲، ص۴۰۵

[۵۱] سورہ بقرہ: ۱۷۸

[۵۲] تفسیرِ عثمانی: ترجمہ مولانا محمود الحسن، ج۱، طبع سوم، ۲۰۱۱ء، پاک کمپنی اردو بازار، لاہور، ص۳۴

[۵۳] مسند احمد: امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۳۶۰۰، ج۶، طبع اول، سن ۲۰۰۱ء، مؤسسۃ الرسالہ ترکی، ص۸۴

[۵۴] نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، ابن عابدین، تحقیق و تعلیق مولانا ثناء اللہ، مرکز البحوث الاسلامیہ مردان خیبر پختونخوا، ۲۰۱۲ء، ص۶۱

[۵۵] ایضا: ص۸۱

[۵۶] الہدایہ: ج۳، ص۱۰۸

۵۷۔ البنایہ شرح الہدایہ :ابو محمد محمود بن احمد الحنفی بدر الدین العینی دار الکتب العلمیہ ، بیروت ، لبنان، طبعأول، ۲۰۰۰ ء،ج ۶۰، ص ۹

۵۸۔ پختون رابطہ : خصوصی اشاعت ، ص ۱۲

۵۹۔ الہدایہ : ج ۳، ص ۱۰۸

۶۰۔ جرگہ : شاہسوار خان ممہ خیل مروت ، طبع اول، مارچ ۲۰۰۸ء ، دانش پرنٹنگ پریس پشاور ص ۵۳

۶۱۔ الہدایہ : ج ۳، ص ۱۰۸

۶۲۔ جرگہ : ص ۵۴

۶۳۔ الہدایہ : ج ۳، ص ۱۰۸

۶۴۔ جرگہ : ص ۵۷

۶۵۔ الدر المختار : امام خصکفی ، ج ۵، ص ۴۲۸، مجلۃ الاحکام العدلیۃ : مادہ ۱۷۹۰، ج ۱ ص ۳۶۵

۶۶۔ جرگہ : ص ۳۷

۶۷۔ سورۃ النساء : ۳۵، البحر الرائق : ابن نجیم مصری : ج ۶، طبع دوم ، دار لکتاب الاسلامی بیروت ، ص ۲۰۳

۶۸۔ جرگہ : ص ۴۰

۶۹۔ احکام القرآن : احمد بن علی ابو بکر رازی جصاص ، ج ۳، ص ۱۵۴

۷۰۔ جرگہ : ص ۳۸

۷۱۔ ایضا : ص ۴۰

۷۲۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ : ج ۱، ماد ہنمبر ۱۷۹۰، ص ۳۶۵

۷۳۔ جرگہ : ص ۱۱، ۱۰

۷۴۔ المحیط البرھانی فیالفقھالنعمانی : برہانالدینمحمود بنأحمدالحنفی ، طبعاول، ۲۰۰۴ء ، دارالکتبالعلمیۃ، بیروت ، لبنان ج ۸، ص ۱۱۷

۷۵۔ پختون رابطہ خصوصی اشاعت : ۲۰۱۲، ص ۴

۷۶۔ البحر الرائق : ج ۶، ص ۲۰۳

۷۷۔ پختون رابطہ خصوصی اشاعت : ۲۰۱۲، عکاس پرنٹنگ پریس پشاور، ص ۴۰

۷۸۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ : ، ج ۱، ص ۳۶۵

۷۹۔ پختون رابطہ خصوصی اشاعت : ص ۷

۸۰۔ المبسوط : السرخسی ، ج ۱۶، ص ۱۱۱، درر الاحکام : علی حیدر ، ج ۴، المسائل المتعلقۃ بالتحکیم ، المکتبۃ العربیہ ، بیروت ، ج ۱۶، ص ۶۳

۸۱۔ پختون رابطہ : ص ۱۰

[۸۲] ۔ المبسوط: ج ۱۶، ص ۶۳

[۸۳] ۔ جرگہ: ص ۳۶

[۸۴] ۔ معارف القرآن: ص ۱۱۱، ج ۸

[۸۵] ۔ جرگہ: ص ۴۱، ۳۹، ۳۸

[۸۶] ۔ معارف القرآن: ادریس کاندھلوی، ج ۲، ص ۲۰۸، طبع اول، ۲۰۰۱ فرید بک ڈپو پرائیوٹ لمیٹڈ، دہلی

[۸۷] ۔ پختون رابطہ: ص ۱۴

[۸۸] ۔ المبسوط: ج 16، ص ۲۰۳

[۸۹] ۔ پختون رابطہ: خصوصی اشاعت: ۲۰۱۲، ص ۵

[۹۰] ۔ شرح المجلۃ الاحکام: سلیم رستم باز، مادہ ۱۸۶۷، بدائع الصنائع ۷، ص ۳

[۹۱] ۔ الہدایۃ: ج ۳، ص ۱۰۸

[۹۲] ۔ ایضا

[۹۳] ۔ تفسیر قرآن کریم: عبد الماجد دریا بادی، خان پبلیشرز کراچی، ج ۱، ص ۱۹۱